

کبھی سے کبھی سارہ حنفی



READING POINT

<http://readingpointpk.blogspot.be>

" مجرم سے محرم "

از "سارہ خان"

قطع 1

" بہنام، بیٹا ذرا یہاں آؤ میرے پاس۔" رخسار، جو بستر میں لیٹی تھیں، نے اسے اپنے پاس بلا یا۔

وہ کوئی کتاب پڑھ رہی تھی، جسے ہاتھ میں لیے وہ ان کے پاس آگئی۔
"جی امی!"

"بیٹا، میں ... میں کچھ چیزیں تمہارے حوالے کرنا چاہتی ہوں، جو دراصل تمہاری امانت ہیں میرے پاس..." انہوں نے آنکھوں میں آتی نمی کو پیچھے کو دھکلیتے ہوئے کہا۔

"امانت... چیزیں... کیا مطلب ہے آپ کا امی؟ میں کچھ سمجھی نہیں..." اس نے کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے الجھن بھرے لبھ میں کہا۔

اس کے بر تھ سر طیفیکیٹ سے لے کر حسن کی ہر چھوٹی بڑی چیز تھی۔

"لیکن یہ سب تو میں جانتی ہوں امی!" وہ چیزوں کو دیکھ کر کہنے لگی۔

"مگر اب انھیں تم ہی نے سنبھالنا ہے۔" انھوں نے کچھ تو قف کے بعد کہا۔

"بیٹا، تم جانتی ہونا کہ میں نے ہمیشہ تمھیں دنیا کے گدھوں سے بچا کر رکھا ہے۔" اس

باروہ اپنے آنسوؤں کے سیلابی ریلے پر کوئی بندہ باندھ سکیں۔

"امی! یہ بات میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔" اس نے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں

لیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ میری اوقات اور حیثیت کیا ہے..." انہوں نے نظریں

جھکائے کہا۔

"امی! آخر ہوا کیا ہے؟" وہ پریشان ہو گئی۔

"مجھے... مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میری جان!

مجھے اپنے ابو کے پاس دفن کروانا۔" انھوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"امی! وہ تڑپ اٹھی۔

"جانتی ہوں کہ تم بہت اکیلی ہو جاؤ گی میری جان! لیکن فکرناہ کرو، پہلے میری وجہ سے تم

اس زندان میں قید تھی، لیکن اب ایسا نہیں ہو گا، اب تم یہاں سے آزاد ہو جاؤ گی ان شا

اللہ! اور ایک انسان ہی تمھیں یہاں سے آزاد کروائے گا ان شا اللہ! یہ ایک بے بس ماں

کی دعا ہے۔" انھوں نے بہنام کی پیشانی چوتھے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کر دو بہنام! میں بہت بڑی ہوں۔ میں... میں تمھیں اس زندان سے باہر

نہیں لے جا سکی۔ مگر میں مجبور تھی میری جان! اگر میں دوسری دفعہ یہاں سے بھاگنے کی

کوشش کرتی تو یہ درندے والے تمھیں گدھوں کے آگے ڈال دیتے۔" انھوں نے

بے بسی کی انتہا پر کہا۔

"امی! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ آپ نے یہاں... اس طوائف خانے میں بھی مجھے سب کی گندی اور ناپاک نظر وں سے ہمیشہ محفوظ ہی رکھا ہے۔" وہ ان کے ہاتھ چومنتے ہوئے کہنے لگی۔

اور خسار... انھیں معافی مل چکی تھی۔ اس لیے ان کی روح کو سکون مل چکا تھا۔ اور اب وہ کلمہ شہادت ادا کر رہی تھیں۔

"امی__!" وہ کانپ گئی مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔

ارے یار زلیق! واقعی اپنے پاکستان کی توبات ہی الگ ہے۔" ارحم نے بریانی کا چیچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں یار، یہاں کی لڑکیوں سے وہاں کی لڑکیوں کا بھلا کیا مقابلہ... اُس نیچرل بیوٹی...!" زلیق نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"ذلیل،... کہیئے... میں اپنے شماں علاقہ جات کی بات کر رہا ہوں اور تم ___!" اس نے غصے سے کہا۔

"ہاہاہا... اچھا!... میں سمجھا کہ تو لڑکیوں کو دیکھ کر کہہ رہا ہے۔" اس نے بڑی ڈھنڈائی سے کہا۔

"ہوں ل... دیسے تو نے ابھی تک کسی پاکستانی لڑکی سے ملوایا نہیں..." ارحم نے اس بار بات کامزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہا... ابھی اتنی بھی کیا جلدی ہے میرے یار...! پہلے تجھے اپنا پاکستان گھماتے ہیں پھر لڑکیاں ہی لڑکیاں ___۔" زلیق نے ایک بار پھر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"بس یار... پورے ایک مہینے سے تو تو مجھے پاکستان ہی گھمارہا ہے۔ بس اب بہت گھوم پھر لیا، صرف ایک مہینہ رہتا ہے چھٹیاں ختم ہونے میں..." ارحم نے ناگواری سے کہا۔
چل پھر آج رات ہی اپنے جگر کو وہاں لے جاتے ہیں۔" اس نے اس کے کندھے پر تھکتے ہوئے کہا۔

"بہنام! میری جان، پلیز کچھ کھالو۔ دیکھو رنہ رخسار کو تمھیں اس حالت میں دیکھ کر بہت تکلیف ہو گی۔" تارا جو اسے کچھ کچھ کھلانے پر بہت اصرار کر رہی تھیں، رخسار کی بیت اچھی سہیلی تھیں۔

رخسار کے مرنے کے بعد بہنام کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ آج رخسار کی موت کو تین دن ہو چکے تھے اور بہنام کی حالت ابھی تک نہیں سنبھلی تھی، مگر اس نے کھانا کھایا تھا۔ رخسار کی مجبوری اور بے بسی سے تارا بہت اچھی طرح واقف تھیں۔

حسن شادی کے بعد رخسار کو اپنے ساتھ لے کر تو گئے تھے مگر شاید ان کی زندگی ہی کم تھی اور وہ شادی کے چار ماہ بعد ہی اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ رخسار اس وقت پر یگنینٹ تھیں اور اس بات کا پتا ان کی ماں کو نہیں تھا۔ مگر بہنام جب پیدا ہوئی اور ابھی وہ صرف ایک سال کی ہی تھی جب تر نم بیگم نے اسے انغو اکروایا۔ انہوں نے بہنام کو جان سے مارنے کی دھمکی دی تھی اگر رخسار نے ان کی بات نہ مانی تو،...

رخسار کے بہت زیادہ منت سماجت کرنے پر ان لوگوں نے اتنا کر دیا تھا کہ اب وہ صرف بیو ٹیشن کا کام کرتیں، اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں۔

وہ ایک بیٹی کی ماں تھیں... اگر وہ ان کی بات نہ مانتیں تو وہ لوگ بہنام کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے تھے۔

اور رخسار ان کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے تھا کہ وہ اور ان کی بیٹی ایک طوائف خانے میں رہتے ہوئے بھی ہوس کے ماروں کی گندی اور ناپاک نظروں سے محفوظ رہتیں۔

بہنام نے ان کی کوششوں اور اپنی محنت سے بی۔ اے پرائیویٹ میں کر لیا تھا۔
رخسار نے ایک دفعہ بہنام کو لے کر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تھی جس پر ان دونوں کو بہت بری طرح تشد د کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور یہ ان یہ ان لوگوں کی طرف سے پہلی اور آخری دارنگ تھی۔ اگلی بار کسی بھی ایسی کوشش پر وہ اور بہنام ایک دوسرے کو زندگی بھر دوبارہ نہ دیکھ پاتیں۔

بہنام ہر چھوٹی بڑی بات سے مکمل طور پر آگاہ تھی۔

اور بہنام وہ وہاں سے فوراً بھاگ جانا چاہتی تھی، مگر اس کی حالت بہت خراب تھی۔ اسے قطعاً یہ اندازہ نہیں تھا کہ رخسار کی موت پر وہ یوں زندہ لاش بن جائے گی۔

مگر یہاں بھی ایک مسئلہ تھا۔ اسے یہاں سے بھاگنا تو تھا مگر اسکیلے نہیں۔ وہ اپنی ماں کی اکتوپی سیمی تارا کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہتی تھی۔ تارا کی مجبوری کی بھی ایک الگ داستان تھی۔ وہاں کوئی اپنی خوشی سے نہیں آتا تھا۔ ہر ایک مجبوری میں ہی وہاں آتا تھا۔

وہ صرف اسے ہی دیکھتا رہا۔ وہ قسم کھا کر کہہ سکتا تھا کہ اس نے اس سے زیادہ خوب صورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی تھی۔

وہ لڑکی اپنے لمبے، سیاہ، سلکی بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ وہ مکمل طور پر اپنے آپ میں مگن تھی۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ خوب صورت آنکھیں، گھنی پلکیں، لمبی پتلی ناک اور بہت خوب صورت باریک و نازک گلابی ہونٹ تھے۔ مگر... مگر ایک بات بہت عجیب تھی۔ اس کے چہرے پر اتنی چمک اور خوب صورتی کے باوجود بھی اس کی آنکھوں میں کوئی درد تھا،

کوئی بہت گہری سوچ تھی جس میں وہ اس وقت مکمل طور پر کھوئی ہوئی تھی اور شاید اسی سوچ کی وجہ سے، ہی وہ ابھی تک اسے دیکھ نہیں سکی تھی جو مکمل طور پر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اور وہ... اس کے دل کو تو اس وقت جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ وہ سانس تک لینا بھول گیا تھا۔ وہ تو شاید اپنے دل کو دھڑکتا بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔
اگر حسن گرفتار کرتا ہے تو وہ اس وقت حسن کی قید میں آچکا تھا۔

اگر کسی کو پہلی نظر میں محبت ہوتی ہے تو وہ قسم کھا کر کہہ سکتا تھا کہ وہ پہلی نظر کی محبت میں بتلا ہو چکا تھا۔

اس کا دل بے اختیار چاہا کہ وہ فوراً اسے وہاں سے کسی ایسی جگہ لے جائے جہاں کوئی اور اسے نہ دیکھ سکے۔

مگر... مگر وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔ اور اس کے چہرے پر کوئی ظاہری خوب صورتی تو نہیں تھی اور اس بات کی گواہی اس کے چہرے پر موجود چمک بتارہی تھی۔ اور وہ کوئی ایسی دلیلی چمک ہرگز نہ تھی۔ وہ.... وہ نور کی چمک تھی۔

ہاں اسے اس بات کا سو فیصد یقین تھا کہ اس کے چہرے پر نور تھا۔
اگلے ہی لمحے اس نے خود کو بے اختیار اس کے پاس جاتے پایا۔

"ایکسکیو زمی !" ارحم نے اسے مخاطب کیا۔

بہنام اسے اپنے سامنے دیکھ کر چونکی۔ وہ یا کوئی بھی مرد اس جگہ کے اس حصے میں بھلا کیسے آسکتا تھا۔

اس نے فوراً اپنا ڈوپٹہ اور ڑھا اور اس سے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ لیا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" ارحم اس کی اس حرکت پر چونکا مگر پھر فوراً سننجل گیا۔

اسے اس بات پر جھٹکا ضرور لگا بلکہ بہت بڑا جھٹکا کہ ایک ایسی جگہ رہنے والی لڑکی ڈوپٹہ بھی اوڑھ سکتی تھی اور چہرہ بھی ڈھانپ سکتی تھی مگر اس نے اس کی ادا کو بہت پسند کیا۔

"آپ بہت خوب صورت ہیں!" ارحم نے اس کی تعریف کرنا فرض سمجھا۔

بہنام نے اس کی کسی بھی بات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھا اور اندر جانے لگی۔

آج رخسار کی موت کو ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ اور آج اس کی طبیعت بھی کافی بہتر ہو چکی تھی۔

آج وہ پورے ایک ہفتے بعد اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی اور وہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جانے کا سوچ رہی تھی۔

"آپ میرے ساتھ—" ارحم نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

وہ جو وہاں سے جانے لگی تھی ایک دم رک گئی۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ

کبھی کوئی اس کے لیے بھی ایسی بات کر سکتا تھا۔ وہ اپنے آنسو پی کر رہ گئی۔

اس نے اسے مڑ کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی کیونکہ وہ اس کی نظریں اپنی پیٹھ پر بخوبی
محسوس کر سکتی تھی اور چہرے پر تو پھر۔۔۔

"یہ اتنا نخرہ کس لیے دکھار ہی ہو تم؟" ارحم نے اس کا ہاتھ کپڑ لیا۔

بہنام کا ہاتھ پکڑنا تو دور کی بات کبھی کسی نے اس سے بات کرنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جب امتحانات دینے جاتی تو نقاب لگا کر، ہی جاتی تھی۔

وہ اب تک وہاں اس لیے محفوظ تھی کیونکہ رخسار اس پر سایہ کیے رہتیں اور وہ کیسا سایہ تھیں یہ حقیقی معنوں میں اسے آج معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر ایک زور دار تھپڑا سے جڑ دیا۔

ارحم کو اس کی طرف سے اس تھپڑ کی ہر گز توقع نہیں تھی۔ وہ بہت شاکڈ رہ گیا۔

"مجھ سے دور ہی رہو۔" بہنام نے خونخوار نظروں سے کہا۔

"یہاں کی ہر لڑکی اپنی طرف آنے کی دعوت دیتی ہے اور تم ___!" اس نے ایک کمینی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں جاہلوں کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔" اس نے خود پر بمشکل ضبط کر کے کہا۔

ارحم نے ایسا تو کچھ نہیں کیا تھا جو غیر متوقع ہوتا... وہ وہاں اسی لیے ہی آیا تھا۔

بہنام نے سچے دل سے وہاں سے فرار ہونے کی دعا کی تھی۔

"اس تھپڑ کا جواب میں تمھیں بہت خوب صورت دوں گا۔ آج کی رات تم میرے ساتھ ہو گی۔" ارحم نے کمینگی کی حد پر، اس کی آنکھوں میں دیکھ کر، ایک خبیث مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بھول ہے یہ تمہاری۔" اس نے ڈرتے دل مگر مضبوط لبھ کے ساتھ کہا۔

"اور اگر ایسا ہوا تو اگلا پورا دن اور اگلی رات بھی تم میرے ساتھ گزارو گی؟" اس نے اسے آفر کی۔

"میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی۔" بہنام نے اسے دوسرا تھپڑ مارنا چاہا مگر اس بار ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تو ملتے ہیں ایک بہت خوب صورت شام کو۔" ارحم نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
"بکواس بند کرو اپنی۔" بہنام ترڑپ اٹھی۔

مگر وہ اس کی بات سننے سے پہلے ہی آگے بڑھ گیا۔

ار حم آج دوسری بار وہاں آیا تھا۔ پہلی دفعہ تین چار دن پہلے زلیق کے ساتھ اور اب اکیلے۔

آج تارا وہاں نہیں تھیں اور نہ ہی میڈم۔ رخسار نے مرتبے وقت تمام تعلقات کا واسطہ دے کر میڈم سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ان کی بیٹی کو بحفاظت یہاں سے آزاد کر دیں گی اور وہ مان بھی گئی تھی۔ اس لیے اب قائم مقام میڈم نے ار حم کے اتنی بڑی رقم دینے کے بعد بہنام کو نیند کی گولیاں دے کر اسے ار حم کے حوالے کر دیا تھا۔

ار حم پہلے تو صرف ایک رات کا سوچ رہا تھا مگر چونکہ بہنام نے تھپڑمار کی اس کی اناکوز خی کیا تھا اس لیے اب وہ اسے پورے ایک ہفتے کے لیے لے گیا۔

ار حم حاشر اپنے امیر و کبیر باپ کی اکلوتی اولاد تھا، مگر وہ بگڑا اس وجہ سے قطعاً نہیں تھا اور اگر حاشر صاحب کو اپنے لاڑلے صاحبزادے کی کسی بھی ایسی ولیسی حرکت کی ذرا سی بھی بھنک پڑ جاتی تو وہ اسی وقت اس کی ایسی چھتریوں کرتے کہ وہ دوبارہ کبھی خواب میں بھی، ہی

سب کرنے کا نہ سوچتا۔ مگر مسئلہ تو سارا یہی تھا کہ پچھلے کچھ سالوں سے وہ اتنے مصروف ہو گئے تھے کہ ارحم کو الگ وقت ہی نہیں سے پار ہے تھے۔ جب وہ فارغ ہوتے تو ارحم مصروف ہوتا اور جب ارحم فارغ ہوتا تو وہ مصروف....

ارحم کی زندگی کی کہانی کچھ یوں تھی کہ ان کے ماں باپ کی پسند کی شادی تھی۔ مگر ارحم ابھی صرف پانچ سال کا تھا جب سینا کی موت ہو گئی تھی۔ وہ لوگ اس وقت کینیڈا میں تھے۔ سینہ سے انھوں نے پہلی اور آخری محبت کی تھی۔ ان کے گھروالے ان کی دوسری شادی پر اصرار کرتے رہے مگر وہ نہ مانے۔ ان لوگوں نے ارحم کی خاطر ہی دوسری شادی کر لینے کو کہا تو وہ اس بات پر غور کرنے لگے۔ پھر ان کے ایک دوست نے ایک دائی اماں کا بتایا جس سے سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا۔

حلیمہ اماں ان کے انہی دوست کے بچوں کی دایہ تھیں۔ اور اب وہ ارحم کی بھی دیکھ بھال کرنے لگی تھیں۔

ار حم انھیں اماں کہتا اور حاشر صاحب کے بعد صرف انہی کی ہی بات مانتا تھا۔ انھوں نے ایک سگی ماں ہی کی طرح ار حم کی دیکھ بھال اور تربیت کی تھی۔ اسے صوم و صلوٰۃ کا پابند بنایا اور یہ انہی کی اچھی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ کینیڈا میں رہنے ہوئے بھی سولہ سترہ سال کی عمر تک پانچ وقت کی نماز پڑھتا، روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا اور اکثر اوقات تہجد بھی پڑھ لیتا۔ مگر صرف سولہ سترہ سال تک.....
وہ سولہ سال کا تھا جب حلیمه اماں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاکستان آنا پڑا تھا۔

ان کے دونوں بیٹوں کو بہت اچھی نوکری مل گئی تھی اور اب وہ بالکل بھی یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ ان کی ماں اس عمر میں بھی غیر ملک میں کام کریں۔
اور تبھی ار حم کا لج جانے لگا تھا اور اس کی نئی نئی دوستی زلیق سے ہوئی تھی۔ وہ پاکستان سے تعلیم کے لیے وہاں آیا تھا۔

زلیق بھی پاکستان کے ایک بڑے امیر باپ کا بیٹا تھا۔ اس نے پہلی دفعہ ار حم کو ایک سگریٹ پلانی تھی جسے ار حم نے بہت منع کرنے کے بعد پھر اسی کی خاطر لے ہی لی تھی۔

اور پھر یوں ایک سگریٹ سے شروع ہونے کے بعد اب وہ اسے اپنے ساتھ چھپیوں میں پاکستان لے کر آیا تھا۔

ار جم کا پاکستان میں اپنا ایک ذاتی بنگلہ تھا جو حاشر صاحب نے اس کے لیے لیا تھا اور ارجمند پہلے سال ہی چھپیوں وہاں رہ کر گیا تھا۔

اب اس بار وہ رہ تو زیق کے ساتھ رہتا تھا مگر وہ اپنے بنگلے میں ہی رہنا چاہتا تھا مکمل پرائیویسی کے ساتھ ... اور رہتا بھی اگر بہنام نہ ہوتی تو ...

زیق کو ارجمند کے بنگلے کے بارے میں پتا نہیں تھا اور نہ ہی ارجمند اسے بتانے کا کوئی ارادہ رکھتا تھا اور اب وہ اس بات پر شکردا کر رہا تھا کہ اس نے زیق کو نہیں بتایا تھا۔ کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ زیق کو کسی بھی طرح بہنام کے بارے میں پتا چلے۔

وہ چاہتا تھا کہ زیق کو لگے کہ اس کام میں وہ اس کا مرید تھا اور خود کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"شکر کہ آپ کو ہوش تو آیا جان من! بڑا، ہی انتظار کروایا آپ نے تو..." بہنام نے آنکھیں کھول لیں تو اس نے چمکتے ہوئے کہا۔

بہنام کو اپنا سر بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ٹھیک سے آنکھیں بھی نہیں کھول پا رہا تھا۔ وہ چند لمحے ہوش میں آنے کے لیے جدوجہد کرتی رہی۔ جیسے ہی اسے سب کچھ یاد آیا وہ فوراً ٹھیک، مگر بے سود...

"جان جاں! پہلے آرام کر لیں پھر سکون سے اٹھنا۔" اس نے بہت خوشگوار لمحے میں کہا۔
"تم" بہنام نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"ارحم... ارحم حاشر نام ہے میرا دل جانم!" ارحم نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم.... تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ساتھ ہی سب کرنے کی" اس نے غصے سے کہا۔

"ریلیکس میری جان! ریلیکس" اس نے بہت دھیسے لمحے میں کہا۔

"جست شٹ اپ" اس باروہ پوری شدت سے چلائی تھی۔

"میں نہیں تم.... کیا کہا تھا کہ آج رات تم میرے ساتھ۔۔" ایک زوردار تھپڑنے اسے اپنی بات مکمل کرنے نہیں دی۔

تمہاری اتنی جرأت۔" ارحم نے جواب میں اسے ایک بہت زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

"بہت شوق ہے ناں تمھیں تھپڑ مارنے کا تو یہ لو" اس نے ایک اور زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

وہ جو پہلے ہی پورا ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد آج کچھ بہتر ہوئی تھی اور اب پھر سارا دن بے ہوش رہنے کے بعد اتنے بھاری مردانہ ہاتھ کے تھپڑ کھائے تو ایک بار پھر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

"جہنم میں جاؤ میری بلاسے" وہ غصے سے کہتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

جاری ہے

"محرم سے محروم"

از "سارہ خان"

قطع 2

اگلے روز وہ دن چڑھے وہاں سے چلا گیا۔

بہنام کو ہوش رات کو ہی آگیا تھا مگر وہ ارحم کے وہاں سے جانے کا انتظار کرتی رہی۔ اتنا تو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہاں گارڈ یا نوکر وغیرہ کوئی نہیں تھا۔ وہ اس کے آنے سے پہلے ہی وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔

دن بھر کی سرتوڑ کو ششیں کرنے کے بعد آخر کار وہ رات کو وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ بھاگتے ہوئے کسی سے ٹکرائی تھی۔

"مجھ سے بھاگنا اتنا آسان نہیں ہے بہنام!" وہ ارحم ہی تھا۔

بہنام سانس لینا بھول گئی۔ آخر یہ کیسی مصیبت تھی جس میں وہ پھنس گئی تھی۔
کہیں سے بھی فرار کا کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا اور جو ملا تھا وہ بھی نہیں ملا تھا۔

"ویسے بہت اچھی کوشش تھی!" ارحم نے اس کا بازو دبو چتے ہوئے کہا۔

"اب اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کا سوچا بھی تو تمہارے ساتھ وہ حال کروں گا کہ
تم خود سے بھی نفرت کرنے لگوگی... پل پل مروگی مگر ایک ہی بار موت نہیں
آئے گی تمھیں۔" ارحم نے اسے بیڈ پر پھینکتے ہوئے کہا۔

"تم... تم فرعون ہو۔" اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے
کہا۔

"ہاں میں ہوں ... اور کچھ...؟" ارحم نے اس کے آنسوؤں کو نظر انداز کرتے
ہوئے بڑی ڈھنڈائی سے کہا۔

"اللہ تعالیٰ تم سے حساب لے گا۔" اس کی اس بات پر ارحم کے دل کو کچھ
ہوا تھا۔

"ہنسہ... کتنا جانتی ہو تم اللہ تعالیٰ کو...؟" اس نے اپنے جاگتے ضمیر کو تھکتے ہوئے کہا۔

"تم سے زیادہ..." بہنام نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"ایک طوائف کا اللہ تعالیٰ سے کیا تعلق...؟" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

بہنام نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسے کیا اور کیسے سمجھاتی کہ وہ ایک طوائف
ہرگز نہیں تھی۔

اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو کوئی طوائف نہیں جان سکتی کیا! اس نے سوچا۔
"ویسے اب تو تمہاری حالت بہت بہتر ہے تو کیوں ناں..." اس نے معنی خیز
انداز میں بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تم بہت ہی بے وقوف ہو۔ آخر تمھیں مجھ میں ایسا دکھائی ہی کیا دیا جو تم نے یوں اتنی بڑی رقم اس میڈم کو دے دی۔ جانتے بھی ہو کہ اب وہ تمھیں بلیک

میل بھی کر سکتی ہے۔ تمھیں تو چاہیے تھا کہ کسی ایسی لڑکی کو ساتھ لاتے جو بہت خوشی خوشی تمھارے ساتھ رہتی۔ "اس نے پر سکون لبھے میں کہا۔

" بتاؤں کہ کیا دیکھا تم میں۔" ارحم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"تم اگر مجھے یہاں سے جانے دو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد تمھارے سارے پسیے لوٹا دوں گی۔" بہنام نے کس خوش فہمی کے تحت کہا تھا یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اور رقم کا تو اس کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا۔ اور اگر وہ جان لیتی کہ وہ کتنے لاکھ دے چکا ہے تو

"ہاہاہا... تم اگر میری بات مانو تو میں صرف تمھیں اس کی دگنی رقم دوں گا جتنی اس میڈم کو دی۔" ارحم نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

بہنام نے جواب میں خاموشی اختیار کی۔

"یاررر... آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ...؟ تم میرے ساتھ آخر کیوں نہیں رہنا چاہتی...؟ پورے ایک ہفتے کی پے منٹ کی ہے میں نے..." اس نے بیزاری سے کہا۔

"میں تمہاری یہ گھٹیا خواہش کبھی پوری نہیں کروں گی۔ سمجھے تم..." وہ چلانی تھی۔

"مجھ پر کوئی احسان نہیں کر رہی ہو تم۔ مفت میں لے کر نہیں آیا میں تمھیں سمجھی تم! اور صرف آج کی رات معاف کر رہا ہوں۔ کل رات میرے کہنے سے پہلے ہی تیار رہنا، ورنہ میں زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔ سمجھی تم!" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

"کھانا کھا لو، کل سے کچھ نہیں کھایا تم نے۔" تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہاتھ میں کھانا لے آیا۔

"تمھارا دیا کھانا کھانے سے بہتر ہے کہ میں زہر کھالوں۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"ابھی اتنی بھی کیا جلدی ہے مرنے کی... پہلے میری "قیمت" ادا کرو پھر سکو وون سے مرنا۔" اس نے بہنم کی ٹھوڑی اپنے ہاتھ میں جکڑتے ہوئے کہا۔
وہ آنسو پی کر رہ گئی۔

اگلے دن وہ صح سویرے ہی باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بہنم کچن میں گئی۔ کھانا رکھا تھا، اس نے گرم کر کے کھایا۔ پیٹ میں کچھ جانے سے اس کی حالت بہتر ہوئی تو اس نے پورے گھر کا بہت اچھی طرح جائزہ لیا۔ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا مگر بہت خوب صورتی سے بنایا گیا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی حالت بہت خراب لگ رہی تھی۔ ہر طرف دھول مٹی تھی۔ بہنم نے چند لمحے سوچنے کے بعد پورے گھر کی صفائی کرنا شروع کر دی۔ دو اڑھائی گھنٹوں میں سارا گھر،

لان سمیت چمک رہا تھا۔ اس کے بعد وہ نہانے چلی گئی۔ مگر اس کے پاس صرف ایک ہی جوڑا تھا جو اس نے پہن رکھا تھا۔ اس نے دوبارہ وہی پہن لیا۔

صفائی کے دوران ہی اس نے ایک کمرے میں قرآن پاک رکھا دیکھا تھا۔ اس نے وضو کر کے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ دوبارہ تلاوت کرنے لگی۔ عصر کے وقت اس نے قرآن پاک رکھ دیا تھا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ لان میں آکر ٹھہلنے لگی۔ دو دن سے دل و دماغ پر جو بوجھ تھا اب وہ مکمل طور پر غائب ہو چکا تھا۔ وہ بہت پر سکون ہو گئی تھی۔ مغرب کے وقت وہ اندر چلی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے ٹی۔ وی آن کر لیا۔ اسے بہت تھکاوٹ ہونے لگی تو عشاء پڑھنے کے فوراً بعد سو گئی۔

ارحم ابھی تک نہیں آیا تھا۔ رات کو وہ بہت دیر سے آیا اور فوراً بہنام کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ پر سکون سورہ ہی تھی۔

"بہنام!" ارحم نے اسے آواز دی۔

"کھانا کھالو۔" ارحم نے کہا تو وہ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

"تم... تم میرے قریب بھی مت آنا۔" اسے بیڈ سائنڈ پر بیٹھے دیکھ کروہ فوراً سمٹی تھی۔

"چلو تمھیں یاد تو ہے کہ کل میں نے کیا کہا تھا۔ چلو شاباش اب تیار ہو جاؤ۔ ویسے بھی ہر وقت سوئی ہی رہتی ہو۔" ارحم نے اسے یوں حواس باختہ دیکھ کر مسکراہٹ دبائے کہا۔

"دور رہو مجھ سے۔" اس نے فوراً بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلیں ...؟" ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

'ہاتھ چھوڑو میرا۔" بہنام نے غصے سے کہا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی بھی کوشش کرتی رہی۔ ارحم نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور اسے بیڈ پر دھکیل کر خود اس پر جھک گیا۔ بہنام نے فوراً اپنی آنکھیں میچ لیں اور گردن دوسری طرف موڑ لی۔

"ہنسه... پہلے اپنی شکل تو درست کرلو۔ میں نے آج تک کبھی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی اور کیونکہ میں نے تمہاری پے منٹ کی ہے اس لیے تم بھی اپنی مرضی سے خوشی خوشی میرے ساتھ رہو۔" ارحم نے اس کی بند آنکھوں کو دیکھ کر نفرت سے کہا اور فوراً اس سے الگ ہوا۔

"میں میں تمھیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی۔ تم نے میری روح کو تار تار کیا ہے۔ تم... تم ظالم ہو، تم فرعون ہو۔" اس نے اپنا ڈوپٹہ اوڑھ کر، اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"باقی سب کے ساتھ تو بخوبی رہ لیتی ہو گی تم، تو پھر میرے ساتھ رہنے میں آخر کیا مسئلہ ہے تمھیں۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"بکواس بند کرو اپنی ظالم انسان_!" وہ اس پر بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹی۔ ارحم کو اس کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا۔ اس نے ایک زوردار تھپٹر اسے جڑ دیا۔ وہ فوراً بیڈ پر ڈھنے لگئی۔ وہ دروازہ زور سے بند کرتا چلا گیا۔

اگلے دن وہ دیر سے اٹھا اور گھر پر پہلی نظر پڑتے ہی اسے آئی تبدیلی کا احساس ہوا۔ وہ زیرلب مسکراتے ہوئے پورے گھر کا جائزہ لینے لگا۔

"واو..." اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"واقعی بڑے ہی کمال کی ہو تم بہنام...! وہ زیرلب بڑ بڑا یا۔

اچانک اسے بھوک محسوس ہونے لگی تو وہ کچن میں چلا گیا۔

کھانا دیکھتے ہی اسے فوراً بہنام کا خیال آیا۔ وہ کھانا گرم کر کے اسی کے کمرے میں لے گیا۔

"بہنام!" اس نے کھانا ایک طرف رکھتے ہوئے اسے آواز دی جو ابھی تک سو رہی تھی۔

"بہنام!" اس نے ایک مرتبہ پھر اسے آواز دی مگر دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔

"اچھا یار کل کے تھپڑ کے لیے سوری۔" اس نے اس کے لیے کھانا نکالتے ہوئے کہا مگر بہنام نے تو جیسے نہ بولنے کی قسم کھار کھی تھی۔

"کیا ہے یار، اب اٹھ بھی جاؤ۔" وہ اس سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ اس کی بہترین دوست ہو اور اس وقت اس سے ناراض ہو۔

"بہنام...!" ارحم نے اس کا ہاتھ ہلا�ا تو دنگ رہ گیا۔

"اوہ مائی گاڑی..!" اس نے بے اختیار کہا۔

"اتنا تیز بخار..." ارحم نے اس کا ماتھا چیک کرتے ہوئے کہا۔

"بہنام پلیز آنکھیں کھولو۔" اس نے بہت پریشانی سے کہا۔

"تت... تم مجھ سے دور رہو۔" اس نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں آرہا میں تمہارے قریب ... تم تو کسی مصیبت کی طرح ہو یار..." اس نے ناگواری سے کہا۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا تم نے...؟ اور یہ کس نے تم سے کہا کہ پورے گھر کی صفائی کرو۔" اس نے بڑھی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

بہنام سے بات کرنا مشکل ہو رہا تھا اس لیے اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

ارحم اس کی حالت سے بہت پریشان ہو رہا تھا۔ وہ فوراً کوئی ٹیبلٹ وغیرہ لے آیا۔

"پلیز یہ ٹیبلٹ لے لو۔" مگر اس سے پہلے تھوڑا سانا شستہ کرلو۔" وہ جلدی سے اس کے لیے جوس اور سلاس لے آیا۔ بہنام نے اس کی کسی بھی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

"بہنام پلیز یہ لے لو۔" اس نے منت بھرے لبجے میں کہا۔

بہنام نے بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے تھوڑا سا لے لیا۔

"پلیز یہ ختم کرلو۔" ارحم نے اس کے بہت تھوڑا سا لینے پر کہا۔

بہنام نے مایوسی سے نفی میں سر ہلا�ا۔

"اچھا یہ ٹیبلٹ لے لو۔" اور نے اسے ٹیبلٹ اور پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے کہا۔

بہنام نے خاموشی سے لے لیا۔

"اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔" ارحم نے اس پر مکمل درست کرتے ہوئے کہا۔

وہ خاموشی سے لیٹی رہی۔ بہت جلد ہی وہ گھری نیند میں چلی گئی۔ ارحم نے ناشتہ وہیں کیا۔ کچھ دیر وہ اس کے پاس بیٹھا رہا پھر لاونچ میں آکر ٹی۔ وہ دیکھنے لگا۔

اس کا دل ہر چیز سے بہت بڑی طرح اچاٹ ہونے لگا۔ وہ ایک کتاب لے کر بہنام کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ شام تک سوتی رہی۔ شام کو اس کی آنکھ کھلی تو اس نے پانی مانگا۔ ارحم نے لپک کر اسے پانی دیا۔ اس نے بہنام کا بخار چیک کیا۔ وہ کم ہونے کے بجائے اور زیادہ ہو چکا تھا۔

"بہنام پلیز کیا تم گاڑی تک چل سکو گی؟ ارحم نے کسی خوش فہمی کے تحت پوچھا تھا حالانکہ کہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ اس کی حالت ہرگز یہ اجازت نہیں دیتی۔

بہنام نے اس پر ایک نظر ڈال کر کمبل ایک طرف کیا اور اٹھنے لگی۔ مگر وہ بستر سے اٹھتے ہی بہت بری طرح چکرائی۔ اگر ارحم اسے بروقت تھام نہ لیتا تو وہ نیچے گرچکی ہوتی۔

"تم چھوڑو مجھے۔" اس نے چلانے کی کوشش کی مگر صرف ہلکی آواز میں ہی کہہ سکی۔

وہ واش روم کی طرف جانے لگی۔ ارحم نے اسے دروازے تک چھوڑا۔ وہ باہر نکلی تو ارحم نے اسے دوبارہ سہارا دینا چاہا مگر اس نے اسے بہت بری طرح جھٹک دیا اور دیوار کا سہارا لے کر خود ہی بیڈ تک پہنچی۔

"میں ڈاکٹر کو لینے جا رہا ہوں۔" وہ کہہ کر باہر جانے لگا۔

"کیا تعارف کرواؤ گے میرا...؟" اس نے نفرت سے کہا۔

ارحم کے قدم ٹھم گئے۔ واقعی وہ کیا تعارف کرواتا؟

"تو پھر تم خود ہی ٹھیک ہو جاؤ۔" ارحم نے اس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ تمھیں کیوں فکر ہو رہی ہے میری؟ اوہ، اچھا... اپنے پیسوں کے ظائز
ہونے کا دکھ ہو رہا ہے نا...؟" اس نے گلاس میں پانی ڈالا تھا مگر درحقیقت
اس نے ارحم پر پانی ڈالا تھا۔

"اگر میں ہاں کہوں تو...؟" ارحم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
بہنام نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چپ چاپ بستر میں لیٹ گئی۔ اگلے تین دن وہ
بیمار رہی۔ وہ نیند میں ہوتی تو دوائی وغیرہ لے لیتی ورنہ اس سے بات ہی نہ
کرتی۔ ارحم کو اس کی بیماری بہت بری طرح پریشان کر رہی تھی۔ اس کا بخار
اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کو لے آیا تھا۔

"آپ کی کیا لگتی ہیں یہ؟" ڈاکٹر نے پہلے دن پوچھا تھا۔
"بیوی!" اس نے ایک لمبے سوچنے کے بعد کہا تھا۔

"دیکھیں آپ کی بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ خود ہی ٹھیک نہیں ہونا
چاہتیں۔ آپ ان کی صحت کا بہت خاص خیال رکھیں۔"

"ڈاکٹر صاحب کوئی سیریس بات تو نہیں ہے نا...؟" اس نے بہت ڈرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"فی الحال تو زیادہ سیریس نہیں ہے، مگر بعد میں ہو بھی سکتی ہے اگر یہ اسی طرح بیمار رہیں تو۔" ڈاکٹر نے صاف صاف بتا دیا تھا۔

"بہنام چلو لان میں چلتے ہیں۔" آج اس کا بخار ہلکا ہوا تو اسے کھانا دینے کے بعد ارحم نے کہا۔

"دیکھو پلیز تم بس ایک بار ٹھیک ہو جاؤ تو میں خود تمھیں واپس چھوڑ آؤں گا۔"

ارحم نے اسے مناتے ہوئے کہا۔

" وعدہ؟" س نے پھوٹ کی طرح بہت معصومیت سے پوچھا۔

"ایک دم پکا وعدہ۔" ارحم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر وہ وہاں بیٹھے رہے پھر ارحم نے کہا۔

"پلیز، اب تھوڑی دیر چل بھی لو۔"

وہ خاموشی سے چلنے لگی۔ ارحم نے چلنے میں اس کی مدد کرنا چاہی مگر وہ خود ہی چلتی رہی۔

"اب پلیز، تم ذرا چنچ کر لو۔ کپڑے تمہاری الماری میں رکھے ہیں۔" وہ کل ہی اس کے لیے کچھ جوڑے لے کر آیا تھا۔

***** * ***** *

اگلے دن بہنام کی حالت کافی سنبھل چکی تھی۔ ارحم کسی کام سے باہر گیا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو وہ لان میں ٹہل رہی تھی۔

"ماشاللہ بھئی آج تو کمال ہو گیا۔ پھر تو مجھے پہلے ہی دن باہر چلے جانا چاہیے تھا۔" اس نے گاڑی سے نکتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

بہنام نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہاتھ میں کچھ شاپرز لیے اندر چلا گیا۔ "چلو آؤ پھل کھاؤ۔" کچھ دیر بعد وہ پھل ٹرے میں لیے باہر آیا۔

بہنام نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بس خاموشی سے ٹھہری رہی ایسے جیسے وہ وہاں بالکل اکیلی ہو۔

"بہنام!" ارحم نے اسے آواز دی مگر پھر بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کچھ بات کرنی ہے تم سے۔" ارحم نے اس کے پاس جا کر کہا۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

ارحم کے بیٹھنے پر اس نے ارحم کی دیکھا جیسے بات کرنے کا اشارہ ہو۔

"پہلے یہ سیب کھالو پھر بات کرتے ہیں۔" اس نے سیب کاٹ کر اسے پکڑا۔

بہنام نے خاموشی سے ایک نظر اس پر ڈال کر سیب کا ایک ٹکڑا لے لیا۔ چند ٹکڑے لینے کے بعد اس نے ارحم کی طرف ایسے دیکھا جیسے بات کرنے کا واضح اشارہ ہو۔

"میں... میں نکاح کرنا چاہتا ہوں تم سے..." چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے بہنام کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

بہنام کے چہرے پر ناگواری کے واضح تاثرات تھے۔

"میں اپنی غلطی پر بہت شرمندہ ہوں۔" اس نے نظریں جھکائے کہا۔ "اس لیے کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔" کچھ توقف کے بعد اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"ہنسه... پسیوں سے تم میرے قریب نہیں آسکے تو اب نکاح کو ہتھیار بنانا چاہتے ہو۔ ویسے اب تک اور کتنوں کا کفارہ ادا کیا ہے.." اس نے ارحم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"اگر تم نکاح جیسے مقدس رشتے کو ہتھیار بنانا چاہتے ہو، تب بھی تم میرے قریب نہیں آسکو گے.. یہ بات تم یاد رکھنا۔" اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"تیار ہو جاؤ کچھ ہی دیر میں نکاح خواں اور گواہان آجائیں گے۔" ارحم نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

ارحم کی اس بات پر تو بہنام کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ کیا وہ واقعی اس سے نکاح کرنا چاہ رہا تھا...؟ نہیں، بلکہ کیا واقعی وہ اس سے نکاح کر رہا تھا...؟

"چاہو تو پارلر سے تیار ہو سکتی ہو۔ نکاح کا جوڑا تمہارے کمرے میں رکھا ہے۔"

اس نے سبب لیتے ہوئے کہا۔

اور بہنام وہ حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتی رہی۔

کچھ دیر بعد پارلر سے دو لڑکیاں اسے تیار کرنے کے لیے آئی تھیں۔

"یہ چاند سی دلہن کہاں سے ڈھونڈھی ہے میرے لال نے..؟" حلیمه اماں اس کے صدقے وارے جا رہی تھیں۔

اس نے فون کر کے حلیمه اماں کو بلایا تھا۔ وہ اسی شہر میں ہی رہتی تھیں۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں اور بہو کے ساتھ آئی تھیں۔ اب تک نکاح خوان وغیرہ آچکے تھے اور گواہان میں حلیمه اماں کے بیٹے بھی شامل تھے۔

زیق چونکہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کسی دوسرے شہر اپنے کچھ رشته داروں کی شادی میں گیا تھا اس لیے وہ نہیں آسکا تھا۔

ارحم نے اسے نکاح سے پندرہ بیس منٹ پہلے بتایا تھا۔

"بے غیرت انسان کچھ دن تو صبر نہیں کر سکتا تھا....؟" زیق نے اسے شاندار گالیوں سے نوازتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاہاہا... بس یار کچھ ایم جنسی میں کرنا پڑ رہا ہے سب کچھ... ورنہ تمہارے بغیر کیسے کر سکتا ہوں..." ارحم نے ہستے ہوئے کہا تھا۔

"جیسے اب کر رہے ہو..." اس نے ناراضی سے کہا۔

"اچھا یار، جب تم آؤ گے تب دوبارہ کر لیں گے نکاح... ویسے بھی ولیمہ تیرے آنے پر ہی ہو گا۔"

"تورات تک انتظار کر سکتا ہے...؟" اس نے فوراً آنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

"یاررر... میں تو تیرے لیے ایک سال تک بھی انتظار کر سکتا ہوں ... مگر مہمان چلے جائیں گے ... اور پھر اس طرح انھیں بہت برا بھی لگے گا... " ارحم نے افسوس سے کہا۔

"کیسے مہمان...؟"

"یار، کچھ رشته دار ہیں پھر انھوں نے جانا بھی ہے ابھی۔"

ارحم نے اسے بہنام کے بارے میں یہی بتایا تھا کہ وہ اس کی کوئی دور کی رشته دار تھی جس سے اسے پہلی ہی نظر میں محبت ہو گئی تھی اور اب وہ اس سے نکاح کر رہا تھا بلکہ اس نے سب کو یہی بتایا تھا اور بہنام کو بھی یہی کچھ سمجھا دیا تھا۔

"چل پھر ٹھیک ہے یار، جیسے تیری مرضی ... " زیق نے مایوسی سے فون بند کرتے ہوئے کہا۔

کھانے کے بعد باقی لوگ چلے گئے تھے۔ کچھ دیر مزید رکنے کے بعد حلیمہ اماں بھی چلی گئی تھیں۔ انہوں نے اپنی بہو کے ساتھ مل کر ارحم کا کمرہ بہت اچھی طرح سجادیا تھا۔

انہیں رخصت کرنے کے بعد ارحم ناک کر کے اندر آیا تو وہ روایتی دلہنوں کی طرح بیٹھی تھی جس طرح حلیمہ اماں اور ان کی بہو اسے بٹھا کر گئے تھے۔ "بہنام!" ارحم نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تھا۔

اس نے اسے ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

وہ ابھی تک گھونگھٹ میں کیوں بیٹھی تھی، وہ یہ نہیں جانتی تھی۔ مگر ارحم کے گھونگھٹ اٹھانے پر اسے بہت تکلیف ہوتی تھی۔ پہلے وہ اسے یہاں لے کر آیا تھا اور اب... اب اس کی زندگی کا اتنا اہم ترین فیصلہ بھی اسی نے ہی کر لیا تھا۔ تو اگر بہنام اس سے نفرت محسوس نہ کرتی تو کیا کرتی؟

اس نے کبھی اپنی شادی کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور نہ ہی وہ کسی میں انٹرستڈ تھی مگر پھر بھی یہ اس کی زندگی کا اہم ترین فیصلہ تھا اور بھلا کوئی اور کیسے اس پر اپنی مرضی مسلط کر سکتا تھا۔ ارجمند نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"نکاح جیسے عظیم رشتے کو ہتھیار بنانے میں تم کامیاب ہو گئے ہو... واہ ارحم حاشر واہ...! بھئی آپ کی تو داد دینی پڑے گی۔۔۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے تقریباً کھینچتے ہوئے کہا۔

"بہنام! پلیز مجھے معاف کر دو... صرف ایک بار پلیز..." ارحم نے اب کی بار اس کا ہاتھ نہیں کپڑا تھا۔

بہنام ایک حقارت بھری نظر اس پر ڈال کر بیڈ سے اتر گئی تھی۔ وہ چینچ کرنے کے لیے جانے لگی مگر واش روم کے دروازے پر رک کر اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"تم نے میری روح کو تار تار کیا ہے ارحمن حاشر! اور اب تم چاہتے ہو کہ میں اپنی زخمی اور لہولہاں روح کے ساتھ تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کروں...؟ تم اپنی زندگی گزار سکتے ہو مگر مجھے اپنے ساتھ گھسٹنے کی کوشش مت کرنا..." وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔

ارحم بیڈ پر پڑی پھولوں کی پیتاں ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔

وہ یہ پھول اور ان کی تمام خوبیوں میں بہنام پر نچاہو کرنا چاہتا تھا۔ کاش کہ وہ پہلے دن ہی اسے نکاح کا پیغام دے دیتا۔ مگر کاش کہ یہی کاش ہی نہ ہوتا۔

کاش !

کچھ دیر بعد واش روم کا دروازہ کھلا تو وہ اپنے حواسوں میں واپس آیا۔ اس نے فوراً پیتاں بیڈ پر گردیں۔

بہنام تکیہ لے کر صوفے کی طرف چلی گئی۔

"پلیز تم بیڈ پر سو جاؤ، میں صوفے پر سولوں گا۔" ارحم نے فوراً کہا تھا۔ مگر بہنام نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور صوفے پر لیٹ گئی۔

وہ تھوڑی دیر خاموشی سے اسے دیکھتا ریا پھر چینچ کرنے چلا گیا۔

جب وہ واپس آیا تو بہنام صوفے پر نہیں تھی اور نہ ہی بیڈ پر بلکہ وہ تو پورے کمرے میں ہی نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے صوفے پر لیٹ گیا۔

چند منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ اندر آئی تو ہاتھ میں پانی کا جگ تھا۔ وہ جگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر صوفے کی طرف بڑھی تو اس کے قدم تھم گئے۔ وہ اسے صوفے پر دیکھ کر غصہ ہوئی مگر پھر یہ خیال آنے پر کہ یہ اس کا گھر تو نہیں تھا خاموشی سے بیڈ پر لیٹ گئی۔

صبح اس کی آنکھ اذان کی آواز پر کھلی تھی۔ وہ اٹھ کر نماز پڑھنے لگی۔ نماز کے بعد وہ دوسرے کمرے سے قرآن پاک لے آئی اور تلاوت کرنے لگی۔ ارحم

اس کی تلاوت کے دوران ہی جاگ گیا تھا۔ اس نے دوسرے کمرے میں جا کر نماز پڑھی۔ دراصل وہ اپنے پروردگار پاک کے آگے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ تلاوت کے بعد وہ ورزش کے لیے نکل گیا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی ورزش صحیح سے ہو، ہی نہیں پار، ہی تھی خاص طور پر جب سے بہنام بیمار ہوئی تھی۔ وہ واپس آیا تو بہنام ناشتہ بنا چکی تھی۔ دونوں نے بہت خاموشی سے ناشتہ کیا تھا۔

جاری ہے



"محرم سے محروم"

از "سارہ خان"

آخری قسط

"میں کینیڈ اجارہ ہوں۔" ایک ہفتے بعد ارحمنے نے ٹی۔ وی دیکھتے ہوئے کہا۔

بہنام نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی بلاسے وہ بھاڑ میں جائے!

"حليمہ اماں آکر رہیں گی تمہارے ساتھ۔ تمہارے پیپرز بننے میں کافی دن لگ جائیں گے اور میرا جانا بھی بہت ضروری ہے ورنہ نہ جاتا۔" اسے بہنام سے جواب کی امید تھی بھی نہیں، اس لیے خود ہی بتاتا گیا۔

"تم چاہو تو ایم۔ اے۔ پرائیویٹ بھی کر سکتی ہو ورنہ یونیورسٹی جوائن کرلو۔" اس کی اس

بات پر بہنام کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ بھلا یہ بات کیسے جانتا تھا کہ اس نے ایم۔ اے۔ ہی کرنا تھا!

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمھیں کیسے" وہ بے اختیار اس سے پوچھنے لگی مگر ارحم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سب کچھ جانتا ہوں میں تمہارے بارے میں۔ اور ہاں چاہو تو تارا آنٹی کو بھی بلواسکتی ہو یہاں رہنے کے لیے۔ ان کا ایڈریس اور کانٹیکٹ نمبر دراز میں رکھے ہیں اور تمہارے سارے ڈاکو منٹس بھی۔" ارحم نے لی۔ وی پر نظریں جمائے یوں کہا جیسے وہ اسے کوئی خبر پڑھ کر سنارہا ہو۔

"لیکن" بہنام نے حیرت زدہ ہو کر ایک بار پھر کچھ کہنا چاہا مگر اس بار بھی ارحم نے اسے کچھ نہ بولنے دیا۔

"شوہر ہوں میں تمہارا میری جان! اتنا تحقیق بتتا ہے ناں میرا۔" اس نے لی۔ وی سے نظریں ہٹا کر اس کے چہرے کو اپنی نظروں کے حصاء میں لیتے ہوئے کہا۔

بہنام کو اس کی نظروں سے الجھن ہونے لگی تو وہ اٹھنے لگی تو ارحم نے اسے مخاطب کیا۔

"یار، پلیز اب ایک کپ چائے تو پلا دو۔ کینیڈا میں اتنی اچھی چائے کہاں ملے گی۔" وہ اس سے جتنا دور ہوتی ارجم اس کے اتنا قریب ہو جاتا۔ وہ بات نہ کرتی اور وہ بار بار اسے مخاطب کرتا۔ وہ اس کے لیے چائے لے آئی۔

"صرف ایک کپ..؟" اس نے حیرانی سے کہا۔

"صرف تم نے پینی ہے تو ظاہر ہے ایک کپ ہی ہو گا اور ویسے بھی تم نے خود ہی تو کہا تھا ایک کپ تو...؟" اس نے ناراضی سے کہا۔

"میرا مطلب تم اپنے لیے نہیں لائی...؟" اس نے کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں پینی...؟" اس نے ریموٹ اٹھاتے ہوئے رکھائی سے کہا۔

"اچھا..." اس نے ماہوسی سے کہا۔

"چلو تیار ہو جاؤ شاپنگ پہ چلتے ہیں۔" چائے پینے کے بعد اس نے کہا۔

"تم چلے جاؤ۔" بہنام نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

ار حم کو بہت دکھ ہوا مگر وہ خاموش رہا۔

***** ***** *****

ایک ماہ بعد وہ کینیڈ اچلا گیا۔ ار حم خود کال کرتا اور اس کا سپ پر آتا ورنہ بہنام اسے کبھی کال نہ کرتی، اس نے خود کو یونیورسٹی میں مصروف کر لیا تھا۔ یونیورسٹی میں وہ نقاب لگاتی۔ گھر میں صفائی وغیرہ کے لیے ایک ملازمہ آتی۔ کھانا وغیرہ بہنام خود ہی بناتی۔

حیلہ اماں اس کے ساتھ تھیں۔ ہفتے دو بعد تارا اس کے پاس آتیں اور چند ایک دن رہنے کے بعد چلی جاتیں۔ وہ ایک یتیم خانے میں نوکری کر رہی تھیں۔ جس دن ار حم بہنام کو یہاں لایا تھا اس دن وہ وہیں تھیں۔ وہ اگلے دن واپس آئی تھیں اور بہنام کے بارے میں پتا چلنے پر انہوں نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔ وہ اسے اس جہنم میں اکیلا چھوڑ کر آخر گئی، ہی کیوں تھیں !

بہت زیادہ منتیں کرنے پر اس قائم مقام میڈم نے انہیں ار حم کا کانٹیکٹ نمبر دیا تھا۔ انہوں نے فوراً رابطہ کیا تھا اور ار حم کو بہنام اور اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ بتایا تھا

جسے سن کر اسے بہت افسوس ہوا۔ اسے اپنے کیے پر بہت ندامت ہوئی جس کی وجہ سے وہ اتنے عرصے بعد اپنے پروردگار عظیم کے حضور سجدہ ریز ہوا تھا۔ دعاماً نگنے تک وہ بہنام سے نکاح کرنے پختہ ارادہ کر چکا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ بہنام کی زندگی کا اہم ترین فیصلہ تھا اور اسے یوں کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں تھا مگر اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا (جو اس سے بہتر ہوتا)۔ اب چاہے وہ اس نکاح سے خوش ہوتی (جو کہ ناممکن تھا) یا نہیں مگر وہ اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا چاہتا تھا۔

"بیٹا کون سی ایسی عورت ہے جو امیر و کبیر گھرانے سے اور اپنی خوشی سے یہاں آتی ہے اور کون سا ایسا مرد ہے جو مجبوری اور غربت میں یہاں آتا ہے۔ عورت کو اس کی مجبوری یہاں لاتی ہے اور مرد کو اس کی امیری۔" تارا نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر مرد اپنی ہوس پوری کرنے کے بجائے وہاں کی عورت کو اپنے نکاح میں لے لے تو شاید یہ جرم اگر ختم نہ بھی ہو تو کسی حد تک کم تو ہو جائے گا۔ اب یہ مرد کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی ہوس پوری کرنے کے مجرم بننا چاہتا ہے یا پھر نکاح کرنے کے محروم _____!

بطاہر تو مجرم اور محروم میں صرف ایک نقطے کا ہی فرق ہے لیکن در حقیقت یہ زندگی اور موت کا سافر قریب ہے، جس طرح ایک دھڑکن زندہ یا مردہ ہونے کا پتا دیتی ہے، بالکل اسی طرح مرد کا محروم بننا عورت کو ایک نئی زندگی دیتا ہے جبکہ اس کا مجرم بن جانا اسے ایک اور موت مارتا ہے، وہ موت کہ جو حقیقی موت سے بہت زیادہ تکلیف دہ اور جان لیوا ہوتی ہے... وہ موت جو پل پل مارتی ہے مگر زندہ رکھ کر... وہ موت کہ جب اصل موت آتی ہے تو وہ تکلیف کے بجائے آزادی اور راحت بن کر آتی ہے....

تو ہے کوئی جو سوچے _____ !

اس نے کینیڈ اجا کر حاشر صاحب کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں ارحم!" انھوں نے اس کی حرکتوں پر کہا تھا۔

"میں تم پر کوئی زبردستی کر کے تمھیں سدھارنا نہیں چاہتا تھا۔ یاد ہے میں اشاروں میں تم سے کتنی مرتبہ پوچھا کرتا تھا کہ "سب کچھ ٹھیک تو ہے؟" تو تم مجھے دھوکے میں رکھتے رہے اور میں نے بھی تم پر یہی ظاہر کیا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ اگر میں اسی وقت تمھیں بتا دیتا تو تم مجھ پر شک کرتے کہ میں تمھاری جاسوسی کرواتا ہوں اور پھر تم مجھ سے بدظن ہو جاتے۔ میں تمھیں خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا، صرف تم ہی تو میرا اکلو تارشتنا ہو۔"

انھوں نے اس کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اسے بری عادتیں زیادہ دیر راس نہیں آئیں۔ خیر... اب تو میں کچھ عرصے تک فارغ ہونے والا ہوں اور پھر پاکستان چلا جاؤں گا۔ لیکن اگر تم ساتھ چلتے تو زیادہ اچھا تھا۔"

"پاپا! میں تو ابھی ایک لمبے عرصے تک فارغ ہونے والا نہیں۔ آپ اپنی بہو کے پاس چلے جائیں۔ ویسے بھی وہ اپنی زندگی میں بہت خوش ہے اور میں ابھی اسے ڈسٹریب کرنا نہیں چاہتا۔" اس نے ماہی سے کہا۔

"اس کی زندگی تم ہو ارحم! اور ایک بات یاد رکھنا اسے کبھی بھی کچھ مت کہنا۔ اسے تمہارے ساتھ نارمل زندگی گزارنے میں کچھ وقت لگے گا اور وہ جتنا وقت لینا چاہے اسے دینا، ورنہ میرا تمہارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہو گا کیونکہ بہر حال مجھے اپنی بیٹی زیادہ پیاری ہے۔" انھوں نے اسے سمجھایا۔

اس نے خاموشی سے سراشبات میں ہلا دیا۔

"اور پڑھائی کیسی ہو رہی ہے بیٹا؟" انھوں نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

آج انھیں آئے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔ وہ شام کی چائے پی رہے تھے۔

"بس پاپا! اب تو امتحانات ہونے والے ہیں۔"

"ویری گڈ! اور میری بیٹی کا آگے کا کیا ارادہ ہے؟" انھوں نے بہت پیار سے پوچھا۔

ان کی ہمیشہ سے ایک خواہش تھی کہ ان کی بھی ایک بیٹی ہوتی۔ اور اب وہ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتے کہ بہنام کی شکل میں انھیں ایک بہت پیاری اور معصوم بیٹی اور بہول گئی تھی۔

"میں آگے بھی پڑھنا چاہتی ہوں پاپا!" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہوں لں..."

"بیٹا، اگر میں تم سے کچھ مانگوں تو کیا تم دوگی؟" وہ بہت سنجیدہ تھے۔

"جی پاپا! آپ حکم کریں۔"

"تم پلیز ارحام کو معاف کر دو۔ میری خاطر ہی سہی۔ وہ اپنی غلطی بلکہ اپنے گناہ پر بہت شرمند ہے۔" انھوں نے منت بھرے لمحے میں کہا۔

"پلیز بیٹا... انھوں نے اس کے آگے باقاعدہ ہاتھ جوڑ لیے تھے۔

"پاپا!" وہ اٹھ کر کران کے قدموں میں جا بیٹھی۔

"پاپا! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ... مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ میں تو کب کا اسے معاف کر چکی ہوں۔"

اور اپنی بات پر خود بہنام کو بہت حیرانی ہوئی۔ اس نے اس کے بارے میں کچھ سوچا، ہی کب تھا۔ اور کب اسے معاف کیا تھا! لیکن پھر اسے فوراً یاد آیا کہ اس نے توارحم کے علاوہ اور کچھ سوچا، ہی نہیں تھا۔ اسے اپنے آپ سے بہت شکایت ہوئی۔

انھوں نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور اسے ارحم کے بچپن سے لے کر اب تک کی باتیں بتانے لگے۔

"بیٹا، انسان کبھی بھی گراہ ہو سکتا ہے اور اسے کبھی بھی ہدایت مل سکتی ہے۔" انھوں نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

***** ***** *****

ار حم اسکا سپ پر تھا۔

"ارے ہاں یار پاپا! وہ آپ کی لاڈلی رمشنا آپ کو ڈھیروں سلام بول رہی تھی۔"

"اچھا، و علیکم السلام! کیسی ہے وہ؟"

"ایک دم پرنیکٹ۔ کہہ رہی تھی کہ اس بار میرے ساتھ پاکستان چلے گی۔ گھوم پھر بھی لے گی اور چھٹیاں بھی انجوائے کر لے گی۔" اس نے کافی کاسپ لیتے ہوئے کہا۔

"اور وہ فریجہ بھی آپ کو سلام کہہ رہی تھی۔" اس نے ایک اور باؤ اوز سپ لیتے ہوئے کہا۔

"و علیکم السلام..." انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہتی ہے انکل نے اچھا نہیں کیا۔ وہاں جا کر تو مجھے بھول ہی گئے۔" وہ شروع ہو چکا تھا۔

حاشر صاحب نے اسے آنکھوں کے اشارے سے وارن کیا مگر وہ صرف بہنام کو دیکھ رہا تھا۔

"اور کہا کہ کل تک تو انکل مجھے اپنی بیٹی کہتے تھے اور بھلا کوئی اپنی بیٹی کو بھی بھول سکتا ہے کیا۔ یہ دیکھیں 'ہماری تصاویر'۔" وہ انھوں تصاویر دکھانے لگا۔ جن میں فریحہ نے کہیں اس کا بازو پکڑ رکھا تھا اور کہیں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

بہنام کی آنکھوں میں کچھ چبھا تھا مگر وہ ضبط کر گئی۔ اس نے خود ہی تو ارحام کو اپنی زندگی گزارنے کا کہا تھا اور اگر اب وہ گزار رہا تھا تو پھر اسے کیا مسئلہ کیا تھا !

"یار، پاپا! میں سوچ رہا ہوں کہ فریحہ سے شادی کر لوں ورنہ رمشاس سے کرنی پڑے گی اور وہ ماری یہ بھی تو ابھی تک پچھے پڑی ہوئی ہے۔ اور ویسے بھی آپ کی "بہو" اور سوری میرا مطلب ہے کہ "بیٹی" تو اپنی زندگی میں بہت خوش ہے، تو میں اب وہاں نہ آنے کا سوچ رہا ہوں، "سب" اپنی اپنی زندگی میں خوش!" اس کی بات مکمل کرنے پر بہنام نے بے اختیار سکریں کو دیکھا تو ارحام نے اسے آنکھ ماری، اس نے فوراً حاشر صاحب کو دیکھا شکر کہ وہ اپنے موبائل پر مصروف تھے اور انھوں نے ارحام کی یہ حرکت نہیں دیکھی تھی۔

"کیوں بہنام صاحبہ صحیح کہہ رہا ہوں ناں!" اس نے مسکراتے ہوئے عام انداز میں پوچھا تھا مگر بہنام کو وہ واضح طرز لگا تھا۔

"ہاں.. تو کیا بکواس کر رہے تھے تم؟" وہ اسے دیکھ نہیں مگر سن تور رہے تھے۔

"بس یہی" اپنی "شادی کی بات!" اس نے ابھی بھی بہنام کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"پاپا! میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ فوراً اٹھ گئی۔

"بے غیرت انسان! رلا دیاناں میری بیٹی کو۔" انھوں نے اسے ڈانٹا اور پھر بہنام کو بلا نے لگے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ہاہاہا... اچھا ہے ناں، ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ ہمارے لیے کتنا جیلیس ہوتی ہے اور وہ سے۔" اس نے انھیں آنکھ ماری۔

"بے شرم انسان!" انھوں نے پیار سے اسے ڈانٹا۔

بہنام کے امتحانات ختم ہونے کے بعد وہ اور حاشر صاحب سیر و تفریح کے لیے روزانہ کہیں نہ کہیں چلے جاتے۔ اور ڈھیروں تحائف لے کر اکثر یتیم خانے بھی چلے جاتے۔

"دیکھو، بہنام میری جان! مرد چاہے کتنا بھی برا کیوں نہ ہو وہ پھر بھی مرد ہے اور عورت چاہے کتنی بھی پاک دامن کیوں نہ ہو وہ پھر بھی عورت ہے، مرد کا معاشرہ ہے اور اگر عورت کے لیے اس کا گھر ہے تو معاشرہ ہے اور اگر گھر نہیں ہے تو معاشرہ بھی نہیں ہے۔

مرد اگر اپنی عورت سے محبت کرتا ہے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں اور اگر عورت اپنے مرد کے علاوہ کسی اور کی طرف دیکھتی ہے تو یہ کوئی چھوٹا گناہ نہیں ہے۔ وہ عورت بہت خوش نصیب ہوتی ہے جو اپنے مرد کی محبت ہو اور اس نے زیادہ خوش قسمتی کی بات اس محبت کو برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ مرد کی فطرت میں ہے کہ وہ کبھی ایک چیز پر قائم نہیں رہتا اور عورت کی فطرت ہے کہ وہ ایک شے کے علاوہ کسی دوسری طرف نہیں جا سکتی۔ اگر مرد کو اس کی عورت محبت کے بد لے محبت نہ دے تو یہ اس کی اناکا مسئلہ بن جاتا ہے اور اگر مرد عورت کو اس کی محبت کا بدلہ نہ دے تو یہ اس کے لیے روگ بن جاتا ہے۔ ایک

گھر...، ایک مثالی گھر اور خاندان تبھی بنتا ہے جب مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کی محبت کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کی قدر کریں، ایک دوسرے کو اس کے ہونے کا احساس دلائیں۔ ورنہ تو چار چار بچے ہونے کے بعد بھی دونوں میں انڈر سٹینڈنگ نہیں ہو پاتی۔ نکاح بہت ہی مقدس رشتہ ہے میری جان! مگر اس کو ہر کوئی مقدس نہیں جان سکتا اور جو جان جاتے ہیں ان کی آپس میں محبت یقینی ہے۔ اور جو اس کو صرف دو بول کا رشتہ سمجھتے ہیں وہ کبھی محبت تک نہیں جا پاتے۔ "تارا نے اسے اپنے پاس بٹھا کر بہت پیار سے سمجھایا۔

بہنام نے بھی تو اسے صرف دو بول کا ہی رشتہ سمجھا تھا، یہ جاننے کے باوجود کہ وہ ایک دوسرے کا لباس ہیں اس سے دور رہی تھی اور اب بھی رہ رہی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

گھر آ کر وہ بہت بے چینی سے ارحم کی کال کا انتظار کرنے لگی مگر اس دن اس کی کوئی کال نہ آئی۔ وہ تو روزانہ کال کرتا تھا پھر آج کیا ہوا تھا! اسے بہت پریشانی ہونے لگی۔ اس نے صحیح

اسے کال کرنے کے لیے فون اٹھایا مگر اسے کچھ جھجک محسوس ہوئی، اب وہ آج اس کی کال کا انتظار کرنے لگی۔ مگر آج بھی اس کی کوئی کال نہ آئی۔ اس نے پورا ایک ہفتہ کال نہیں کی۔ وہ حاشر صاحب سے پوچھنا چاہتی تھی مگر نہیں پوچھ سکی۔

"یامیرے اللہ! وہ بالکل خیریت سے ہو۔" اس نے سچے دل سے اس کے لیے دعا کی۔

اگلے دن حاشر صاحب بغیر بتائے ہی کہیں چلے گئے۔ کافی دیر تک جب وہ واپس نہ آئے تو وہ انھیں کال کرنے لگی مگر ان کا موبائل بند جا رہا تھا۔ اسے بہت پریشانی ہونے لگی۔

ایک تو پہلے ہی وہ ارحم کی وجہ سے بہت پریشان تھی اور اب حاشر صاحب بھی !وہ ہلاکان ہونے لگی۔

بہت بو جمل دل کے ساتھ وہ رات کا کھانا بنانے لگی۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ کھانا کھانا لیتے تھے مگر اب تو دس ہو چکے تھے۔ اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔

ساڑھے دس بجے گاڑی کے اندر آنے کی آواز آئی۔

اس نے سکھ کا سانس لیا تھا کہ حاشر صاحب ہوں گے۔ وہ فوراً باہر نکلی۔

"شکر ہے آپ آگئے پاپا! میں بہت پریشان ہو رہی تھی۔" اس نے نکلتے ہی ایک سانس میں کہا تھا مگر وہ اگلا سانس نہیں لے سکی تھی۔

"بیٹا، ہم لوگ تمھیں سر پر انزدینا چاہتے تھے۔ میں نے اسے بہت کہا کہ کال تو کر لو کم از کم مگر اس بد تمیز نے کہا کہ کچھ دن تمہیں تنگ کرنا اس کا حق ہے۔ اور آج مجھے بھی کال نہیں کرنے دی۔" انہوں نے بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم!" بہنام نے نظریں جھکائے اسے سلام کیا۔

"و علیکم السلام!" اس نے بہنام کے چہرے کو اپنی نظروں کے حصاء میں لیتے ہوئے کہا۔

"چلو بھئی، اب تم فریش ہو کر آ جاؤ۔ کھانا ہم لوگ تمھیں کچھ دے دیں گے، آخر کو تم ہمارے "مہمان" جو ٹھہرے۔" انہوں نے اس کا کندھا تھککتے ہوئے کہا۔

"مہمان----" وہ صدمے سے تقریباً چلا یا تھا۔

"ہاں---" انھوں نے سادگی سے کندھے اچکائے۔

"پاپا! میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر جانے لگی تو انھوں نے کہا۔

"رکوبیٹا، پہلے اس "مہماں" کو کمرہ دکھا دو رونہ یہ بیچارہ پتا نہیں کہاں چلا جائے۔" انھوں نے مسکراہٹ دبائے کہا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"کیا میں آپ کے کمرے میں جا سکتا ہوں؟" اس نے بہت معصومیت سے کہا۔

اس نے نظریں جھکائے سر اثبات میں ہلایا۔

وہ اس سے سات سمندر دور تھا تو یہ صحیح تھا۔ یوں اس کے پاس آیا تو اسے اپنے دل پر قابو نہ رہا۔ اسے لگا کوئی اس کے دل کی چوری کپڑے لے گا۔ وہ سب سے الگ ہو جانا چاہتی تھی۔

اس لیے وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے کچن میں چلی گئی۔

ارحم کمرے میں اس کا انتظار کرتا رہا، وہ نہ آئی تو وہ چاروں ناچار کھانے کی میز پر آگیا۔

"لو بھئی، ہمارے مہمان صاحب! دیکھ لو ہم تو روزانہ کے کھانے میں اتنا اچھا اور مزے دار کھانا کھاتے ہیں۔ ورنہ ہم مہمانوں کی بہت خاطر تواضع والے لوگ ہیں۔ آخر کو ہم "پاکستانی" جو ٹھہرے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ اور ارحم ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے۔ بہنام حاشر صاحب کی باتوں کا "ہاں، ہوں" میں جواب دے دیتی ورنہ وہ زیادہ تر خاموش ہی رہی تھی۔

کھانے کے بعد کچھ دیر مزید وہ یوں نہیں باتیں کرتے رہے پھر دودھ پی کر وہ سونے کے لیے چلے گئے۔ ارحم بھی دودھ پینے کے بعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ کچن میں کام سیئٹی رہی۔ وہ جان بوجھ کر سست روی سے کام کرتی رہی۔ وہ چاہتی تھی کہ ارحم کے سو جانے کے بعد ہی کمرے میں جائے۔

کافی دیر بعد وہ کمرے میں آئی تو وہاں مکمل اندر ہیرا تھا جو ارحم کے سونے کا بتارہا تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا اور اپنی ساندھ پر لیٹ گئی۔

"ابھی تک ناراض ہو مجھ سے؟" ارحم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

وہ سانس لینا بھول گئی۔

"کیا تم مجھے صرف ایک موقع دے سکتی ہو اپنی غلطی سدھارنے کا۔۔۔؟" ارحم نے اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

اسے لگا سانس کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی دھڑکنا چھوڑ دے گا۔ مگر یہ کیا۔۔۔ اس کا دل تو زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"اگر تم میرے بیہاں آنے پر خفا ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں کل، پہلی ہی فلاٹ سے۔"

اس نے بہت ماہیوسی سے کہا۔

"مہس نے ایسا کب کہا۔۔۔؟ اور تم نے اتنے دن کاں کیوں نہیں کی۔۔۔؟ ہاں۔۔۔ جانتے بھی ہوا تھے دن کتنے خدشات کے ساتھ گزارے ہیں میں نے۔۔۔ اگر اسی ڈر اور ترڑپ میں مر جاتی تو۔۔۔ لیکن تمہیں کیا پروا تھی میری۔۔۔ جا کر کرو تم اپنی دوسری، تیسری اور چوتھی شادی۔۔۔" بے اختیار شکوئے کے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ ارحم کے ہاتھ سے

کھینچنا چاہا مگر مقابل کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ارحم کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ بکھر گئی۔

"مجھے لگا تمھیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اور ہاں دوسری، تیسری اور چوتھی میں اپنی پہلی سے ہی کرنا چاہوں گا۔" اس نے بہنام کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا۔

وہ شرمندہ ہو گئی۔ اسے اپنے بے اختیار دل پر بہت غصہ آیا۔ مگر پھر فخر محسوس ہوا کہ اس کا محروم صرف اسی کا ہی تھا۔

"کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟" ارحم نے بہت درتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" بہنام نے ارحم کے سینے پر اپنا سر رکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ ارحم نے اسے اپنی مضبوط بابوں کے حصار میں لے لیا۔

ختم شد